مراثی میر انیس میں رزمیہ عناصر۔۔۔ تحقیقی وتنقیدی مطالعہ

محمد خرم یاسین

M. Khuram Yasin

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

Meer Babbar Ali Anees possesses the top rank among the elegy (Marsia) writing poets of Urdu. His mode of expression and blend of epic & tragic elements with emotions, has introduced new style of elegy writing in Urdu poetry. In the battleground, presence of epic is a new feature in his Marsias and the main characters of elegy are presented daring, brave and fighting against cruelty and vanity as compared to earlier elegy (Marsia) poets. In this research article, an analysis of the main elegiac aspects and epic elements of elegies of Meer Anees is presented.

میر ببر علی انیسؔ اردو مرثیے میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جس طرح اردو نعت کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں کو امام کی حیثیت حاصل ہے اسی طرح میر انیس مرثیہ نگاری کے فن میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میر انیس کا تعلق مرثیہ گو خاندان سے تھا اور انھیں بچپن سے ہی شاعری کا میدان میسر رہا۔ ان کی پیدائش فیض آباد کے محلے گلاب باڑی میں میر مستحسن خلیقؔ کے ہاں ہوئی۔ میر مستحسن خلیقؔ مرثیہ گوئی کے حوالے سے معتبر حوالہ تھے۔ جب کہ ان کے تینوں بیٹے جن میں میر ببر علی انیسؔ کے علاوہ میر مہر علی انسؔ اور میر نواب مونسؔ شامل تھے، تینوں ہی مرثیہ گوئی میں یگانہ روزگار تھے۔ میر مستحسن خلیق کے والد اور میر انیس کے دادا میر حسنؔ اردو شاعری میں مسلمہ حیثیت رکھتے تھے اور ان کی مثنوی ''سحر البیان'' نے اپنے وقت میں جو دھوم مچائی تھی اس کی گونج تا حال اردو ادب میں سنائی دیتی ہے۔ میر مستحسن کو اپنے والد میر حسنؔ کے ساتھ ساتھ مصحفیؔ سے بھی فیض یاب ہونے کا پورا موقع ملا۔ میر انیسؔ کے پڑدادا مولانا میر غلام حسینؔ جو کہ میر ضاحکؔ تخلص کرتے تھے، بذاتِ خود اپنے عہد کے اہم اور نامور شاعر تھے اور میر تقی میرؔ اور مرزا رفیع الدین سوداؔ کے ہم عصر بھی تھے۔ یوں اس پورے خاندان اور اس کے شجرہ نسب پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان نا صرف شاعری بلکہ بالخصوص مرثیہ گوئی میں اہم مقام رکھتا تھا۔ اس خاندان کے ہر شاعر نے اپنے اپنے عہد میں اس فن کی آبیاری کی کوشش کی لیکن جو شہرتِ دوام مقام میر انیس کے حصے میں آئی، اس تک اس خاندان کا کوئی بھی فرد نہ پہنچ سکا۔ اسی سبب میر انیسؔ اپنے خاندان کی شاعری اور مرثیہ گوئی پر یوں نازاں دکھائی دیتے ہیں:

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں(۱)

میر انیسؔ کے مراثی کی جو سب سے زیادہ اہم خصوصیت ہے وہ ان کی رزم نگاری ہے۔ ان سے قبل مرثیے میں حزنیہ عناصر کی تو بہتات تھی لیکن رزم نگاری کے ایسے نمونے نظر نہیں آتے تھے جیسے انھوں نے پیش کیے۔ قبل ازیں مرثیہ نگاری میں شہدائے کربلا کی مظلومیت کو بیان کرتے ہوئے جذبات نگاری کو تو عروج بخشا جاتا تھا لیکن اس سے شہدائے کربلا کی میدانِ رزم میں بہادری کے کارنامے، حق کے لیے ڈٹ جانے، بخوشی جان تک قربان کر دینے اور آخری سانس تک دینِ حق کی سربلندی کے لیے لڑ مرنے کی تیاری ایسے عناصر مفقود تھے۔ میر انیس نے اس سلسلے میں نا صرف خاندانِ نبوت ﷺ کی جرات و بہادری کو بیان کیا بلکہ یہ بھی ثابت کیا کہ وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود اعدا کے سامنے کیسے اور کیوں کر سینہ سپر ہوئے۔ یوں مراثی میر انیسؔ میں رزم نامہ اور رزمیہ عناصر اہم ترین خصوصیت کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ انھی رزمیہ عناصر میں آلاتِ حرب کا استعمال بھی مشاقی سے پیش کیا گیا ہے جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ میر انیسؔ بذاتِ خود فنِ سپہ گری میں مہارت رکھتے تھے۔ اسی لیے میدانِ رزم میں جہاں جہاں انھوں نے آلاتِ حرب کا ذکر کیا، وہاں جزئیات نگاری کے ساتھ اس کے بیان کا پورا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر مسعود نیر اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

> ''سپہ گری بھی انیس نے باقاعدہ سیکھی تھی۔ وہ بنوٹ کے ماہر اور تمام راسخ الوقت اور قدیم ہتھیاروں سے واقف تھے۔ خواہ وہ عربی و ایرانی ہتھیار ہوں یا ہندوستانی۔ وہ ایک شہ سوار کی طرح جنگی گھوڑوں کے اقسام، عادات، نفسیات اور ان سے متعلق اصطلاحوں سے بھی خوب واقف تھے جس کا اندازہ ان کے مرثیوں کے رزمیہ حصوں سے ہوتا ہے۔''(۲)

میر انیس کے مراثی میں رزم نامے کے عناصر کا ذکر کیا جائے تو ان میں طبلِ جنگ، علم، رجز، زرہ، تیر، تلوار، دو دھاری تلوار، سپر، ڈھال، نیزہ، برچھی، خنجر، زنجیر، رسی اور گھوڑے کا ذکر بار بار آتا ہے۔ ان عناصر سے ان کا رزم نامہ سجتا ہے اور پھر یہ رزم نامہ شہادت گاہ میں بدل جاتا ہے۔ میدان کارزار سجتا ہے، طبل بجتا ہے، ڈنکے پر چوٹ پڑتی ہے، علم بلند ہوتے ہیں، نعرے لگتے ہیں، خون کی ندیاں بہتی ہیں، کٹی گردنیں، بے گور و کفن لاشے نظر آتے ہیں، آہ و بکا بلند ہوتی ہے اور پھر سادات کی شہادتوں کے مناظر پیش کیے جاتے ہیں۔ آخر میں میر انیس مرثیے کو دعائیہ اشعار پر ختم کر دیتے ہیں۔ یہ تمام مناظر بار بار مراثی میر انیس میں دہرائے جاتے ہیں۔ گو کہ ان مناظر کے درمیان مراثی میں کئی مقامات پر غلو بھی نظر آتا ہے لیکن یہاں موضوع محض رزم نامے تک محدود ہے اس لیے ذیل میں عناصر رزمیہ ہی کا ذکر کرتے ہوئے مراثی سے امثال پیش کی جائیں گیں۔

رجز خوانی رزم گاہ کے اہم اور بنیادی عناصر میں شامل ہے۔ طبل، علم اور رجز ایسے عناصر ہیں جن سے میدانِ رزم سجتا ہے۔ اس حوالے سے میر انیس مرثیے ''جب غازیانِ فوجِ خدا نام کر گئے'' کے رزم نامے میں جہاں حضرت امام حسینؓ کی میدانِ رزم میں آمد کا ذکر کرتے ہیں وہیں آپؓ کی رجز خوانی کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ رجز خوانی میں آپؓ کی زبانی خاندانِ سادات کی عظمت و فضیلت کو بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق حضرت امامِ حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں شیرِ خدا حضرت علیؓ کا بیٹا ہوں اس لیے مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے مقابل ایک عدو ہو یا ایک لاکھ کی فوج۔

جوان کے دلوں ہے وہ سب مجھ پہ عیاں ہے
کچھ غم نہیں واں جمع اگر فوج گراں ہے
سر اپنا تہہ تیغ میں دھرنے کو چلا ہوں
لڑنے کو میں نہیں مرنے کو چلا ہوں(۳)

طبلِ جنگ بجنا بھی جنگ کے آغاز ہی کی علامت رہی ہے۔اس ضمن میں میر انیس مرثیے ''طے کر چکا جو منزلِ شب کاروانِ صبح''میں میدانِ رزم کا نقشہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ جس وقت طبلِ جنگ بجا اور ایک جانب سے یزیدی فوج اپنے ہتھیار سیدھے کرنے لگی ، دوسری جانب سے ان کے مقابل سادات صف بندی کرنے لگے۔ایسے میں علم حضرتِ عباسؓ کو تھما دیا گیا۔سادات اگرچہ تعداد میں یزیدی فوج کے مقابل نہایت قلیل تھے لیکن ان کا حوصلہ فراخ تھا،اور ان کے چہروں سے کسی قسم کا کوئی خوف عیاں نہ تھا اور وہ حق کی خاطر جان قربان کر دینے کا جذبہ رکھتے تھے۔اس حوالے سے لکھتے ہیں:

اتنے میں طبلِ جنگ کی آنے لگی صدا
رخصت حرم سے ہو کہ چلے شاہؑ کربلا
نکلے علم لیے ہوئے عباسؑ با وفا
تسلیم ساری فوج نے کی باندھ کر پرا(۴)

میر انیس ''کیا فوجِ حسینیؑ کے جوانانِ حسین تھے''میں صفِ اعدا سے رجز کے انداز میں مکالمہ کرتے ہوئے حسینی جوانوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔تین دن کے بھوکے پیاسے جوان جن میں حضرتِ عباسؓ،حضرت قاسمؑ،حضرت علی اکبرؑ شامل تھے اور بچوں میں حضرت عونؑ و محمدؑ یہ سبھی دشمن کے سامنے سینہ سپر تھے۔انھیں بھوک پیاس تو ستاتی تھی لیکن یہ بھوک پیاس ایسی نہ تھی کہ انھیں اغیار کے آگے جھکا دیتی یا راہِ حق سے ہٹا دیتی۔اس کے برعکس وہ دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہر حد سے گزر جانے کے لیے تیار دکھائی دیتے تھے۔ان کی ایسی بلند حوصلگی، دل جمعی اور راہِ حق پر فدا ہونے کی آرزومندی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے رجز کے سے انداز میں یوں قلم بند کرتے ہیں کہ آلاتِ رزم میں سے شمشیرِ دودم،تلوار، نیزے،علم، تیر اور خنجر کا بیان بھی واضح ہو جاتا ہے:

بڑھ بڑھ کے گلا رکھتے تھے شمشیر دو دم پر
سر کٹ کے جو گرتے تھے تو آقاؑ کے قدم پر
تلواریں تو تھیں ہاتھوں میں کاندھوں پہ ڈھالیں
نیزوں کی ستاروں سے چمکتی ہوئی بھالیں
یہ قصد کے قبضے پہ عدو ہاتھ تو ڈالیں
ہم بھی ابھی رہواروں کو چمکا کے نکالیں
تلواریں علم کر کے جو لشکر پہ جھکیں گے
نیزوں سے نہ تیروں سے نہ خنجر سے رکیں گے(۵)

ایک اور مرثیے ''یوسفؑ کو عزیزوں نے چھڑایا جو پدر سے''میں حضرت علیؑ اکبر کی رزم گاہ میں آمد اور رجز خوانی ملاحظہ

کیجیے جنھیں اپنے اجداد پر بھی فخر ہے اور ان کی جرات و بہادری بھی وراثت میں ملی ہے۔ ان کے مقابل عرب کے قوی پہلوان، تیر باز، تلوار باز اور ماہر جنگ جو موجود ہیں لیکن وہ عمر میں اور تجربے میں کم ہیں، بظاہر جسمانی قوت میں کم ہیں لیکن ان کا دل کسی شیر کا دل ہے جس میں نہ موت کا کوئی خوف ہے اور نہ ہی یزیدی فوج کی کثیر تعداد کا۔ کہتے ہیں:

پوتا ہوں علیؑ کا علیؑ اکبر ہے مرا نام
تنہا نہیں مخدومہ عالم کا گل اندام
اکبرؑ سا ابھی صاحبِ شمشیر ہے باقی
اک شیر ہوا قتل تو اک شیر ہے باقی (۶)

مرثیہ ''عباسِؑ علیؑ گوہر دریائے شرف ہے'' میں میر انیس حضرتِ عباسؑ کی بہادرانہ شہادت بیان کرتے ہیں۔ آپ چوں کہ حضرت سکینہؑ اور دیگر بچوں کی پیاس سے بے تاب ہو کر تنہا ہی دریائے فرات کی جانب گئے تھے تاکہ مشکیزے میں پانی لا سکیں اور بچوں کی پیاس بجھا سکیں لیکن یزیدیوں نے پانی لانے نہیں دیا اور اسی تگ و دو میں آپؑ کی شہادت ہو گئی۔ یہ منظر قلم بند کرتے ہوئے میر انیس نے بیان کیا ہے کہ وہاں باقاعدہ حضرتِ عباسؑ کی یزیدیوں سے جنگ ہو گئی تھی اور آپؑ نے رجز بھی پڑھے تھے۔ چوں کہ میر انیس کا مقصود شہدا کی شجاعانہ شہادتوں کا بیان ہے اور یہ بیان بھی بزبانِ شعر ہے اس لیے وہ شہدا کی زبان سے ایسے رجز کہلواتے ہیں جو انھیں ممتاز بھی کریں، خاندانی فضیلت کا بھی بیان ہو اور جرات و بہادری کو بھی سلام پیش کیا جائے۔ اس ضمن میں حضرتِ عباسؑ کے رجز ملاحظہ کیجیے:

بچتا نہیں نیزے سے مرے سینہ دشمن
چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
کرتا ہے مرا نیزہ دلِ کوہ میں روزن
چار آئینہ فولاد کا بن جاتا ہے جوشن (۷)

میر انیس نے مراثی میں بیان کردہ آلاتِ جنگ میں سب سے زیادہ استعمال تلوار کا کیا ہے۔ مزید یہ کہ جہاں اعدا کے پاس گرز، تیر، برچھی اور دیگر آلاتِ جنگ کا ذکر ہے وہاں مقابلے میں سادات کے ہاں تلوار اور گھوڑے ہی کا ذکر موجود ہے البتہ چند مقامات پر زرہ اور تیر و کماں کا ذکر بھی آتا ہے۔ مرثیے ''جس دم شرف اندوزِ شہادت ہوئے عباسؑ'' میں بھی میر انیس نے تلوار بازی کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ جب حضرتِ عباسؑ کی شہادت ہو چکی تو حضرتِ علی اکبرؑ میدانِ کارزار میں نکلے اور اسی جرات و بہادری سے لڑے جس سے ان کے دادا حضرت علیؑ فتح خیبر کے موقع پر لڑے تھے۔ وہ اعدا کو للکارتے ہوئے کہتے تھے کہ میں اس عالی نسب خاندان سے ہوں جس کی مدد کے لیے آسمان سے تلوار اتری۔ میں اعدا کو خبردار کرتا ہوں کہ اپنی جان کی خیر چاہتے ہیں تو مقابل نہ آئیں بصورتِ دیگر انجام بھگتنے کے لیے تیار رہیں:

وہ کون تھا شمشیر جسے عرش سے آئی
کفار کے لشکر پہ ظفر کس نے ہے پائی
سر کس سے ہوئی خیبر و خندق کی لڑائی
کس شخص نے ہے کفر کی بنیاد مٹائی

نازل نہ کہیں ہو غضبِ ایزدِ باری
چلتی ہے تو رکتی نہیں تلوار ہماری(۸)

ہم وہ ہیں کہ تنہا ہی ہزاروں سے لڑے ہیں
یہ صبر کے جوہر ہیں کہ خاموش کھڑے ہیں
لومیان سے لیتا ہوں میں تلوار خبردار
اب گرتی ہے یہ برقِ شرر بار خبردار
ان بازوؤں میں زور ہے خیبر شکنی کا
رو کے مجھے دعویٰ ہو جسے تیغ زنی کا(۹)

میدانِ جنگ میں علم بلند ہونے یا علم کھلنے کا مطلب جنگ کا آغاز ہی ہوتا ہے۔اسی نسبت سے دشمن فوج کا علم گرا دینا فتح سے تعبیر تھا اور تا حال سفید علم لہرانے کا مطلب اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے یا نا لڑنے کی خبر دیتے ہوئے صلح اور امن کی جانب ہاتھ بڑھانا ہی ہے۔جب کہ حضرت امامِ حسینؓ نے حضرت عباسؓ کو علم دار منتخب کر چکے تھے ایسے میں ان کا علم کے ساتھ پانی لینے نکلنا دشمن کے لیے جنگ کی علامت بن چکا تھا۔اس لیے انھوں نے بھی علم کھولے اور آپؓ کی جانب بڑھے۔حضرت عباسؓ چوں کہ جری بہادر تھے اور ان کی شجاعت کا شہرہ تھا اس لیے بھی عدو ان کی جانب سے خاص محتاط تھے۔اس حوالے سے مرثیے ''جب کربلا میں داخلہ شاہِ دیں ہوا'' میدانِ رزم میں علم کھلنے کا منظر ملاحظہ کیجیے:

پڑھ کر رجز علیؓ ولی کا پسر بڑھا
گویا شکار کھیلنے کو شیرِ نر بڑھا
جو جو تھے منتشر وہ پرے پھر بہم ہوئے
پھر سب نشان کھل گئے نیزے علم ہوئے(۱۰)

علمِ جنگ بلند ہونے کے ساتھ ساتھ طبلِ جنگ بجنا اور ڈنکے پر چوٹ پڑنا بھی جنگ کے آغاز کا باقاعدہ اعلان تصور ہوتا تھا۔میر انیس نے بہت سے مقامات پر رزم نگاری کے ایسے لوازمات کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔مثلاً میدانِ کربلا میں حضرتِ امامِ حسینؓ کے تمام ساتھیوں کی شہادت کے بعد آپؓ جب خود جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو کس طرح اعدا آپؓ سے جنگ کے لیے طبل بجاتے ہیں اور تیروں سے حملہ کرتے ہیں،اس کا نمونہ ملاحظہ کیجیے:

ناگاہ ادھر چوب لگی طبلِ دغا پر
اور پڑنے لگے تیر امامِ دوسرا پر(۱۱)

مرثیے ''جب حضرتِ زینبؓ کے پسر مر گئے دونوں'' میں حضرتِ زینبؓ کے صاحبزادوں حضرت عون اور محمدؓ کی شجاعت کو سلام پیش کیا گیا ہے۔یہ دونوں بچے اگرچہ قوی جوان جنگجوؤں کے مقابل بہت چھوٹے تھے لیکن ان کی جرات و بہادری سے یزیدی فوج لرز کر رہ گئی تھی۔اس مرثیے میں ان کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبرؓ کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابل اترتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔میدان میں جانے سے قبل ان کی زرہ پوشی اور تیغ و سپر اٹھانے اور میدانِ جنگ میں بڑی شان سے

گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے جانے کی خوبصورت منظر کشی کی گئی ہے۔اس حوالے سے لکھتے ہیں:

شانے پہ کماں بر میں زرہ ہاتھ میں بھالا
اک حسن کی تصویر تھا وہ گیسوؤں والا (۱۲)

ہے دستِ حنائی میں عجب شان سے تلوار
کرتی ہے زرہ خوبی اندام کو اظہار (۱۳)

حضرت امامِ حسینؓ کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کرتے گئے اور آپ تنہا رہ گئے۔ایسے میں آپؓ کا دشمن کے مقابل آنا اور سینہ سپر ہونا میر انیس نے بہت چابک دستی سے بیان کیا ہے۔اس بیان میں رزم نگاری کا نقشہ پیش کرتے ہوئے اعدا کی تلواروں سے تلوار ٹکرانا، ان کے سر قلم کر دینا، گھوڑے سمیت کاٹ ڈالنا اور وقتِ عصر شہادت پانا سب کچھ جزئیات نگاری کے ساتھ بیان کیا ہے۔''طے کر چکے حسینؓ جو راہِ ثواب کو'' میں لکھتے ہیں کہ تیر، نیزے، برچھیاں، گرز، خنجر اور تلوار تھامے ہوئے اعدا یوں آپؓ کے مدمقابل ہوئے:

پیدل ہیں اک طرف تو رسالے ہیں اک طرف
خنجر ہیں اک سمت تو بھالے ہیں اک طرف
جاں باز ہاتھ قبضوں پہ ڈالے ہیں اک طرف
اور دس ہزار برچھیوں والے ہیں اک طرف
سب لوگ فکرِ قتلِ شہنشاہ دیں میں ہیں
کھینچے ہوئے کمانوں کو سرکش کمیں میں ہیں
ہاتھوں میں پہلوانوں کے ہیں گرزِ گاؤ سر
ضربت سے جن کے ٹوٹتی ہے کوہ کی کمر
ہر جا بچھی ہوئی ہیں کمندیں ادھر ادھر
کالی گھٹا سی چھائی ہے ڈھالوں کی نہر پر
سب لوگ جا بہ جا پئے قتل دستیز ہیں
تیغیں بھی ہیں اوپی ہوئی خنجر بھی تیز ہیں (۱۴)

میر انیس کے مطابق اعدا کی ان تمام تیاریوں کے باوجود حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھی بلا خوف و خطر میدانِ کارزار میں اترتے گئے اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے گئے اور آخر میں شہادت سے ہم کنار ہوئے۔میر انیس کا کمالِ فن یہ ہے کہ انھوں نے ہر منظر کی جزئیات نگاری بڑی صراحت کے ساتھ واضح کیا ہے۔اگر چہ بہت سے مقامات پر غلو کا سہارا بھی لیا ہے لیکن مجموعی طور پر وہ رزم گاہ کا بہترین نقشہ کھینچنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور اردو مرثیہ نگاری کو ایک بہت مضبوط بنیاد مہیا کی ہے۔اسی حوالے سے ایک اور مرثیے ''جب آبِ رواں بند ہوا فوجِ خدا پر'' میں حضرت عباسؓ کی میدانِ رزم میں جانے کی تیاری ملاحظہ کیجیے:

شانے پہ کماں بر میں زرہ، تیغ کمر میں
دو لاکھ کا لشکر نہ سماتا تھا نظر میں(۱۵)

آگے لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے میدانِ رزم میں پہنچنے پر دشمنانِ دیں پر لرزہ طاری ہو گیا اور چاروں طرف خوف و ہراس کی فضا طاری ہو گئی:

آمد سے بہادر کی تزلزل ہوا رن میں
غارت صفِ اعدا کا تجمل ہوا رن میں
لشکر کی ترقی کا تنزل ہوا رن میں
شیر آتا ہے یہ چار طرف غل ہوا رن میں
سب زیرو زبر مجمعِ مردم نظر آیا
دریا بھی ہٹا کچھ یہ طلاطم نظر آیا
غل تھا کہ یہ فوج اب غضبِ حق میں گھرے گی
بھاگو نہیں بجلی کوئی ساعت میں گرے گی(۱۶)

اسی مرثیے میں رزم نگاری کا ایک اور منظر ملاحظہ کیجیے جس میں آلاتِ حرب کا ماہرانہ استعمال پیش کیا گیا ہے جو ایک جانب میر انیس کی اس فن پر گرفت کو ظاہر کرتا ہے دوسری جانب مرثیہ نگاری کے فن کی مشاقی پر بھی مہر لگاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

سیدھی جو چلی تیغ، صفوں کا ورق الٹا
استادِ شجاعت نے پڑھایا سبق الٹا
چہرے جو کٹے دفترِ نظم و نسق الٹا
جبریل پکارے کہ زمیں کا طبق الٹا
بہتا ہے لہو آگ بھڑکتی ہے زمیں پر
پھر آج وہی برق چمکتی ہے زمیں پر
بڑھ کر صفِ ثانی پہ چلی تیغ جوسن سے
صاف آئی صدا یہ کہ نہ غافل ہو کفن سے
ہوتی تھیں صفیں صاف صفائی تھی غضب کی
اس منھ کی صفائی پہ رکھائی تھی غضب کی
کیا قہر تھا شمشیر کے ابرو کا اشارا
اک چشمِ زدن میں اسے مارا اسے مارا
گر بچ گیا یہ اس کی بلا ٹل گئی اس پر
منھ دیکھ لیا جس نے چھری چل گئی اس پر

ندی کے قریں خون کا دریا سا بہا تھا
کیا چال غضب تھی کہ ہر اک لوٹ رہا تھا(۱۷)

اسی طرح ایک اور معروف مرثیے ''یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر'' میں میر انیس حضرتِ امام حسینؓ کی دشمنوں سے جنگ کا منظر نامہ پیش کرتے ہوئے ان کی تلوار کو حضرتِ علیؓ کی تلوار قرار دیتے ہیں اور پھر اس کے فضائل و کرامات بیان کرتے ہیں۔کئی مقامات پر وہ میدانِ رزم میں آلاتِ جنگ کا آپس میں ٹکرانا،ٹکڑے کر کے بکھیر دینا اور ان کے ٹکرانے سے گرج چمک پیدا ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔حضرت امامِ حسینؓ کی تلوار کی گرج چمک اور اس سے متعلق ان کی شجاعت کو سلام پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

تیروں پہ گئی برچھیوں والوں کی طرف سے
جا پہنچی کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے
پھر آئی سواروں کے رسالوں کی طرف سے
منھ تیغوں کی جانب کیا ڈھالوں کی طرف سے(۱۸)

''جب بادبانِ کشتیِ شاہِ امم گرا'' میں دوبارہ سے حضرتِ عباسؓ کی شہادت کے بعد حضرتِ علی اکبرؓ کی رخصت طلب کرنا اور میدانِ کارزار میں دشمن سے برسرِ پیکار ہونے کی منظر کشی کی گئی ہے۔اس مرثیے میں بھی رزمیہ عناصر کا بہترین بیان اور جذبات موجود ہے۔جذبات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسینؓ بیٹے حضرت علی اکبرؓ کی شہادت سے قبل اپنی شہادت پیش کرنا چاہتے تھے لیکن بیٹے کو یہ گوارا نہ تھا۔یوں آہوں اور سسکیوں میں انھیں روانہ کرنا اور ان کا دلیرانہ میدانِ رزم میں اترنا رزم گاہ کے نقشے کو چار چاند لگاتا ہے۔میر انیس حضرت علی اکبرؓ کی جرات و بہادری کی تحسین میں تحریر کرتے ہیں:

پڑھ کر رجز دلیر آیا سپاہ میں
گویا جھپٹ کے شیر نر آیا سپاہ میں
ہل چل ہوئی جری جدھر آیا سپاہ میں
خیبر کا معرکہ نظر آیا سپاہ میں(۱۹)

حضرت علی اکبرؓ کے میدان میں پہنچے اور دشمنِ دیں سامنے سے سینہ سپر ہونے کے مناظر ملاحظہ کیجیے جس میں رزم نگاری کے بہترین جوہر نظر آتے ہیں۔میر انیس لکھتے ہیں:

بجلی خدا کے قہر کی تھی یا حسام تھی
پہلے ہی وار میں صفِ اول تمام تھی
دوزخ میں ناریوں کے پرے پیش و پس گئے
پانچ اس طرف پہنچ نہ چکے تھے کہ دس گئے
آگے گئے سوار تو پیچھے فرس گئے
جب برقِ تیغ کوند گئی سر برس گئے(۲۰)

درپے تھی سرکشوں کے جو وہ تیغ ، جانستاں
گوشوں سے تھی بلند صدائے اماں اماں
ترکش سے تیر بھاگتے تھے تیر سے مماں
گردن سے سر، رگوں سے لہوں اور بدن سے جاں
قبضہ ہر ایک تیغ سے ہر تن سے سر لیا
برچھی سے پھل تو زینِ فرست تبر لیا
ڈھالوں سے پھول لے گئے پھولوں سے زر لیا
اپنا خراج تیغ نے ان سب سے بھر لیا
بہر حصولِ جزیہ جو وہ تیغ تل گئی
اک اک گرہ بندھی ہوئی نیزے کی کھل گئی(۲۱)

میر انیس کے چار جلدوں میں موجود پندرہ سو دو (۱۵۲۰) صفحات پر پھیلے مراثی کے اشعار سے میدانِ رزم کی منظر کشی اور آلات جنگ کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مراثی اس حوالے سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں اور سید مسعود حسن رضوی اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

''انیس کے بیشتر مرثیے رزمی اور رثائی عناصر سے مرکب ہیں ورچوں کہ ان کا مقصد سامعین کے جذبات غم کو برانگیختہ کرنا ہے اس لیے ان میں اکثر بجا طور پر رثائی عناصر کا غلبہ نظر آتا ہے ۔۔۔اس رزم نامے کا مقصد مرثیوں کے مقصد سے کچھ مختلف ہے۔اس لیے اس میں رزمی اور رثائی عناصر کے امتزاج میں ایک خاص تناسب ملحوظ رکھا گیا ہے۔'' (۲۲)

میر انیس کی وفات کے بعد سے تا حال ان کے غیر طبع شدہ مراثی کی تلاش و دریافت کا سلسلہ جاری ہے جس سے ان کے مراثی کی تعداد میں روز افزوں اضافہ بھی ہوا ہے۔اسی ضمن میں ۱۹۸۱ء میں شائع ہونے والے ''نقوش'' کے ''انیس نمبر'' کو مدِ نظر رکھا جاسکتا ہے جس میں نہ صرف ان کے انہتر (۶۹) غیر مطبوعہ مراثی کو شامل کیا گیا، بلکہ مطبوعہ مراثی میں غیر موجودہ دوسو انہتر (۲۶۹) بندوں کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ یوں ایک مختصر مقالے میں ان کے مراثی کے رزمیہ عناصر کی محض نشان دہی ہی کی جاسکتی ہے۔البتہ اجمالی طور پر یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ان مراثی میں رزمیہ عناصر کی بنیاد جن آلاتِ حرب پر استوار ہے ان میں طبلِ جنگ، علم، رجز، زرہ، تیر، تلوار، دودھاری تلوار، سپر، ڈھال، نیزہ، برچھی، خنجر، زنجیر، رسی، اونٹ اور گھوڑے ہی شامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری، میر انیس، حیات اور شاعری، کراچی: اردو اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص:۲۰

۲۔ نیر مسعود، ڈاکٹر، میر انیس، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۱ء، ص:۳۱

۳۔ میر ببر علی انیس، مراثی میر انیس، جلد اول، لکھنؤ: اودھ پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۴ء، ص:۴۲

۴۔ ایضاً، ص:۱۱۶

۵۔ ایضاً، ص:۱۲۶

۶۔ ایضاً،ص:۲۰۵

۷۔ ایضاً،ص:۳۲۲

۸۔ ایضاً،ص:۲۱۰

۹۔ ایضاً

۱۰۔ میر ببر علی انیس، مراثی میر انیس، جلد دوم،لکھنؤ: اودھ پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۴ء،ص:۱۵۸

۱۱۔ میر ببر علی انیس، مراثی میر انیس، جلد اول،لکھنؤ: اودھ پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۴ء،ص:۳۶۵

۱۲۔ ایضاً،ص:۱۷۵

۱۳۔ ایضاً،ص:۱۷۶

۱۴۔ ایضاً،ص:۸۱

۱۵۔ ایضاً،ص:۳۵۱

۱۶۔ ایضاً،ص:۳۵۰

۱۷۔ ایضاً،ص:۴۵۳

۱۸۔ ایضاً،ص:۱۸

۱۹۔ ایضاً،

۲۰۔ ایضاً،ص:۲۳۵

۲۱۔ ایضاً،ص:۲۳۶

۲۲۔ مسعود حسن رضوی، سید، پروفیسر، رزم نامہ انیس،لکھنؤ: کتاب نگر، ۱۹۵۷ء،ص:۵

☆......☆......☆